

تفسير احمد

سُورَةُ الْاَعْلَى

Ketabton.com

جزء - 30

سوره «الا على» کا تفسیر و ترجمہ

تصنيف: امين الدين « سعیدی - سعيد افغانی »

بسم الله الرحمن الرحيم

سورة الاعلى

پارہ (30)

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے اس کی انیس (19) آیتیں ہیں
وجہ تسمیہ: اس سورت نے مکہ میں بعد از سورہ تکویر شرف نزول پایا، رب
 تعالیٰ کے فرمان «سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى» کی وجہ سے «اعلیٰ» اس کا نام ہوا،
 اسے سَبَّح بھی کہا گیا ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ: بعض مشہور مفسرین جیسے: "ناصرالدین عبد اللہ
 بیضاوی" مؤلف تفسیر "انوار التنزیل و اسرار التاویل"، المعروف بہ تفسیر
 بیضاوی" مفسر محمود تفسیر افندی آلوسی مؤلف تفسیر "روح المعانی فی تفسیر
 القرآن العظیم" اور مشہور اسلامی اسکالر محمد سید طنطاوی امام مسجد
 الازھر شریف سابقہ رئیس جامعۃ الازھر مصر آیت: 14 اور 15 کی تفسیر
 سے متعلق کہتے ہیں کہ: "تَزَلَّى" صدقہ فطر ادا کیا، اور «وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ» عید
 الفطر میں رب تعالیٰ کی بڑھائی بیان کی، تکبیرات کہیں، «فَصَلَّى» عید کی نماز
 ادا کی۔

روح المعانی کے شیخ آلوسی نے اس دلیل کی بنیاد پر "سورة الاعلى" کے
 "مدنی" ہونے کا اشارہ کیا ہے۔

سورة الاعلى کے الفاظ، حروف اور کلمات کی تعداد

سورة الاعلى مکی سورتوں میں سے ہے، اس کا ایک (1) رکوع، انیس
 (19) آیتیں، بہتر (72) الفاظ، دوسو ننانوے (299) حروف اور ایک سو
 تینتیس (133) نقطے ہیں۔

(یہ بات ذکر کرنا لازم ہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کے
 اقوال مختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کیلئے سورہ "طور"
 تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)۔

سورة الاعلى کا سورة الطارق سے ربط ومناسبت:

سورة الطارق انسان کی پیدائش اور آسمان وزمین کی تخلیق پر بحث کرتی ہے، "خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ" (طارق : 6) اور (طارق : 11 ، 12) سورة الاعلى میں بھی دونوں صورتوں کا تذکرہ قدرے وسیع ہے، (آیات مبارکہ : (2، 4، اور 5 اعلیٰ میں)۔

اس ضمن میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ : جو سورتیں رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے کے حکم کے ساتھ شروع ہوتی ہیں انہیں "مستبحات" کہتے ہیں ، اور سورة الاعلى "مستبحات" میں سے سب سے آخری سورہ ہے۔

سورة الاعلى کی فضیلت :

حدیث شریف میں نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید اور جمعہ کی نمازوں میں سورہ "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى" اور "هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ" پڑھتے تھے ، اگر کبھی عید اور جمعہ ایک ہی دن میں آئے تو تب بھی یہی پڑھتے تھے ۔

اسی طرح دوسری حدیث مبارکہ میں آیا ہے : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى" ، "قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ" اور "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ" پڑھتے تھے ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورة الاعلى سے محبت کرتے تھے ۔

سورة الاعلى کا سبب نزول:

سورة الاعلى کے سبب نزول کے بارے میں ہم حضرت عقبہ بن عامر جہنی کی ایک حدیث مروی ہے، کہ جب سورہ "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى" نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اجعلوها فی سجودکم" یعنی اسے اپنی سجدوں میں رکھو "سبحان ربی الاعلى" ۔

"سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى" کا معنی ہے کہ اپنے رب کی نام کی تعظیم و تکریم بجا لائیں، جب بھی اللہ کا نام اپنی زبان پر لاؤ تو خشوع و خضوع اور عاجزی اور ادب کا خاص خیال رکھو ۔

سورة الاعلى کا موضوع اور مندرجات:

اگر ہم اس سورت کے عمومی مواد کو غور سے دیکھیں تو یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ بنیادی طور پر یہ سورت دواہم حصوں پر مشتمل ہے :

اول: اس میں روئے سخن خاص طور پر جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے، تسبیح کے ضمن میں در اصل اللہ کی تسبیح کے ساتھ ساتھ رسالت کی ذمہ داری پوری کرنے کی طرف اشارہ بھی ہے۔

دوم: اس حصے میں فرمانبردار مؤمنین اور بدبخت گروہوں کی سعادت اور شقاوت کے عوامل کو اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، سورت کے آخر میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ تمام مذکورہ حقائق صرف قرآن عظیم میں ہیں، بلکہ دیگر سابقہ کتب اور صحائف میں جیسے صحف ابراہیم او رصف موسیٰ میں بھی مؤکد بیان کیے گئے ہیں۔

اسی طرح اس سورہ مبارکہ کے تمام متن سے اور خاص طور پر آیت "6" سے "سَنُقَرِّئُكَ فَلَا تَنْسَى" ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ یہ سورت مکی دور کے بالکل ابتدائی زمانہ میں اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی دریافت کرنے کے عادی نہیں بنے تھے، اور آپ کو خدشہ تھا کہ کہیں وہ کچھ وحی بھول نہ جائیں۔

جیسا کہ آپ ملاحظہ کریں گے: پہلی پانچ آیات میں خدا کی پہچان اور توحید کے اصولوں کے بارے میں بحث کی گئی ہے، اور بعد کی آیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو درج ذیل اطمینان اور تسلی عظیم رب کی طرف سے دی گئی ہے کہ: خدا کے فضل و کرم سے آپ قرآن کریم کو نہیں بھولیں گے۔

اور اطمینان بھی دلایا گیا ہے کہ: اس ذمہ داری اور دعوتی کام کو رب تعالیٰ نے مشکل نہیں بنایا ہے، بلکہ اس میں منحصر کر دیا ہے کہ ایسے شخص کو وعظ و نصیحت کریں اور اس کی ہدایت اور رہنمائی کا اہتمام کریں جو دعوت سے فائدہ اٹھائے اور اس میں نصیحت حاصل کرنے کی صلاحیت پائی جاسکتی ہو، جو شخص بے خوف نہیں ہوتا، وہ اپنے اعمال کے اچھے اور برے نتائج سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، وہ اپنے آپ سے ڈرتا ہے، اور وہ اپنے اور معاشرے کے برے خیالات اور نظریات کے نتائج سے ڈرتا ہے، اور معاشرے پر حاوی ظلم اور فساد سے ڈرتا ہے، اس دعوت الہی کا اصل مخاطب یہی ہے، ایسا شخص اپنے دل سے اس نجات دینے والے پیغام کو ضرور سنے گا، البتہ بد بخت اور نامراد عناصر اس دعوت سے دوری اختیار کریں گے۔

خوشخص اپنی فکری اور اخلاقی آبیاری کرے، اور اپنے رب کو یاد کرتے ہوئے نماز قائم کرے تو فلاح اور کامیابی حاصل کرے گا، لوگ دنیا کی جلد حاصل ہونے والی زندگی کا انتخاب کرتے ہیں، اور معمولی مقاصد پر اڑے رہتے ہیں، حالانکہ دنیا حقیر اور فنا ہونے والی ہے جبکہ آخرت بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطمینان د لایا گیا ہے کہ: آپ کی رسالت کی بنیاد اولوالعزم پیغمبروں جیسے: حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سی رکھی گئی ہے، اور تاریخ کے بڑے بڑے متکبر لوگ ان انبیاء کے ہاتھوں سرنگوں ہو چکے ہیں، آپ کا اور ان کا پیغام ایک ہی ہے، اور آپ کے کام کی انتہا بھی ایک ہی ہے۔

آخر میں: سورہ مبارکہ: "الاعلیٰ" کے الفاظ اس مواد کے ساتھ ختم کیے گئے ہیں کہ نجات صرف ان کے لیے ہے، جو اپنے خیالات، اعمال اور اخلاق کو پاکیزہ بنائیں اور اپنے پروردگار کا ذکر کریں اور نماز پڑھیں۔

لیکن افسوس سے کھنا پڑتا ہے کہ لوگوں کی تمام تر سوچ اور فکر اس دنیا کی خوشحالی اور راحت، فائدے اور لذتوں کے حصول کے لیے ہے اور بس، حالانکہ ان کو اصل فکر آخرت کا ہونا چاہیے، کیونکہ آخرت باقی رہنے والی جبکہ دنیا فنا ہونے والی ہے، اور آخرت کی نعمتیں دنیا کی نعمتوں سے کہیں زیادہ ہیں، یہ حقائق صرف قرآن کریم میں نہیں آئے، بلکہ ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں بھی، بیان کیے گئے ہیں۔

عالم اسلام کے مشہور مفسر شیخ قرطبی (ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی) اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: عموماً صحابہ کرام بشمول حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن عباس، ابن عمر، ابن زبیر، ابو موسیٰ و عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین، جب اس سورت کی قراءت کا آغاز کرتے تو (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى) کے بعد کہتے: "سُبْحَانَ رَبِّيَّ الْأَعْلَى" یعنی نماز کے علاوہ جب تلاوت کریں تو ایسا کھنا مستحب ہے۔

سورة الاعلى

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝ الَّذِي خَلَقَ فَسُوَّى ۝ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى ۝ وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَى ۝ فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَى ۝ سَنُقَرِّبُكَ فَلَا تَنْسَى ۝ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۝ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى ۝ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرَى ۝ فَذَكِّرْ ۚ إِنَّ تَفْعِلَ الدِّكْرَى ۝ سَيَذَكِّرُ مَنْ يَخْشَى ۝ وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ۝ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَى ۝ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى ۝ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَلَّى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ۝ بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى ۝ إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى ۝ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى ۝

سورت کا مختصر ترجمہ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝	اپنے رب برتر کے نام کی تسبیح بیان کرو
الَّذِي خَلَقَ فَسُوَّى ۝	جس نے پیدا کیا اور پھر اس کا تناسب قائم کیا
وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى ۝	اور جس نے ہر چیز کو ایک خاص انداز دیا پھر راستہ بنایا
وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَى ۝	اور وہ جس نے چارہ اگایا
فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَى ۝	پھر کر دیا اس کو خشک سیاہی مائل
سَنُقَرِّبُكَ فَلَا تَنْسَى ۝	ہم تمہیں پڑھا دیں گے پھر تم بھولو گے نہیں
إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۝ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى ۝	مگر جو اللہ چاہے، یقیناً وہ کھلی بات کو جانتا ہے اور اس بات کو بھی جو چھپی ہوتی ہے
وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرَى ۝	ہم آپ کو سادہ اور آسان شریعت کے لیے تیار کریں گے

فَذَكِّرْ إِن نَّفَعَتِ الذِّكْرُ ۝٩	لہذا تم نصیحت کیے جاؤ، اگر نصیحت کا فائدہ ہو
سَيَذَكِّرْ مَنْ يَخْشَى ۝١٠	جو شخص (ہمارے رب عظیم سے) ڈرتا ہے وہ تو نصیحت قبول کرے گا
وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ۝١١	اور برا بدبخت اس سے دور رہے گا
الَّذِي يَصِلَى النَّارَ الْكُبْرَى ۝١٢	وہ شخص جو بڑی آگ میں داخل ہوگا
ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى ۝١٣	پھر وہاں نہ وہ مرے گا اور نہ جیے گا
قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ۝١٤	بہ تحقیق فلاح پاگیا وہ جس نے (کفر اور گناہوں سے) پاکیزگی اختیار کی
وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ۝١٥	اور اپنے رب کا نام ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا
بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝١٦	بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو
وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى ۝١٧	حالانکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے
إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى ۝١٨	بیشک یہ بات یقیناً پہلے صحیفوں میں ہے
صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى ۝١٩	ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے صحیفے

مختصر تفسیر

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى ○	اپنے رب برتر کے نام کی تسبیح بیان کرو
--------------------------------	---------------------------------------

یعنی : ہر وہ چیز جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے، "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى" کہتے ہوئے ان تمام چیزوں سے اس کی پاکی بیان کرو، حدیث شریف میں ہے کہ: جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تلاوت فرماتے تو کہتے: "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى" (امام احمد نے اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے)

"اعلیٰ" سے مراد یہ ہے کہ : اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے برتر، اونچا، عظیم اور بڑا ہے جو توصیف کرنے والے اس کے وصف میں بیان کرتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں: اس آیت کی تلاوت کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ جب اس آیت کو پڑھے تو "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى" کہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی کثیر تعداد کرتی تھی۔

اسی طرح دوسری حدیث میں ہے کہ : جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اجعلوها فی سجودکم" کہ تم اسے اپنے سجدوں میں رکھ لو، یہیں سے سجدے میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى" پڑھا جانے لگا۔

اسی طرح ایک حدیث میں عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے میں "سبحان ربی الاعلیٰ" پڑھنے کا حکم اس آیت کی بنیاد پر دیا، اور رکوع میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ" پڑھنے کا حکم سورہ واقعہ کی آخری آیت : "فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ" کی بنیاد پر دیا (مسند احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم، ابن المنذر۔

اس مبارک آیت میں ہم دیکھتے ہیں کہ عظمت والارب اپنی تسبیح بیان کرنے کا حکم دے رہا ہے، جس میں اس کی شان و شوکت اور عظمت بیان کرنا اور اس کا ذکر کرنا اور عبادت کرنا شامل ہے، یہ ایسی تسبیح ہو جو ہمارے پروردگار کی عظمت شان کے لائق ہو، اس طرح کہ اس کے اسماء حسنی ذکر کیے جائیں، اس کے خوبصورت نام اچھے اور عظیم معانی کے ساتھ جو اس کے ہیں ہر نام میں اس کی برتری موجود ہے، اور ہمارے عظیم رب کے کام بھی ذکر ہو۔

"سَبَّحَ" اللہ تعالیٰ ہر عیب اور نقصان سے پاک اور منزہ ہے، اللہ تعالیٰ دیگر مخلوقات کی مشابہت سے پاک ہے۔

"رَبِّكَ" "آغاز اور ابتدا سے رب یعنی" تربیت اور پرورش کرنے والا۔

"الْأَعْلَى" اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے، برتر، سب سے اوپر، اللہ تعالیٰ سب سے اوپر ہے۔

"عُلُوُّ ذَاتٍ" ذات کی بلندی، ذات کے اعتبار سے آسمان میں اور اوپر ہے، اس کا عرش اور علم ہر جگہ کو گھیرے ہوئے ہیں۔

"عُلُوُّ الْقَهْرِ" وہ ظالموں کے خلاف قاهر اور طاقتور ہے۔

"عُلُوُّ قَدَرٍ" اس کا وقار اور مرتبہ بلند ہے۔

اللّٰہِیَّ خَلَقَ فَسَوَّیْہٖ ۝۲	جس نے پیدا کیا اور پھر اس کا تناسب قائم کیا
----------------------------------	---

اللہ کے عظیم کاموں میں سے ایک یہ ہے: کہ اس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا، اور ان کی شکل اچھی بنائی، ان کا قد برابر بنایا، ان کے اعضاء موزوں بنائے، اور ان کی تخلیق کو مضبوط اور خوبصورت بنایا تاکہ وہ اپنے اپنے کام کو سنبھال سکیں، جیسا کہ سورہ سجدہ میں فرمایا: **الَّذِیْ أَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ** ۝۲ ترجمہ: "جس نے ہر چیز کو بہت اچھی طرح بنایا، (یعنی) اس کو پیدا کیا اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا"

"البحر" میں اس کی تفسیر یوں کی گئی ہے کہ اس نے ہر چیز کو ترتیب سے پیدا کیا، تاکہ ان میں عدم مطابقت نہ ہو، بلکہ وہ استحکام اور طاقت میں متناسب ہیں، اور اس بات کا اظہار کرتی ہیں کہ انہیں حکیم اور علیم خدانے پیدا کیا ہے (البحر: 458/8)۔

"خَلَقَ" پیدا کیا۔

"فَسَوَّیْ" نقص اور عیب کے بغیر بہترین صورت اور ساخت میں۔

وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ۝۳	اور جس نے ہر چیز کو ایک خاص انداز دیا پھر راستہ بنایا
-------------------------------	---

عظمت والے رب نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کیا ہے، اور تمام مخلوقات کی اس اندازے تک رہنمائی کی، یہ ہدایت عام ہے، یعنی اس نے ہر مخلوق کی اس چیز کی طرف رہنمائی کر دی ہے جو اس کے لیے بہتر اور مفید ہو دنیاوی نعمتیں اس مذکورہ ہدایت کے زمرہ میں شامل ہیں، مفسرین فرماتے ہیں کہ افادہ عام کے مدنظر یہاں مفعول کو حذف کر دیا گیا ہے یعنی مخلوق اور حیوانات جیسا کہ وہ ہونے چاہیے پیدا کیا اور ان کی ان کے کاموں اور ذمہ داریوں کی طرف رہنمائی فرمائی اور ان کو ان کے کام سکھا دیے، (روح المعانی : 104/30) اور (التسهیل: 193/4 کی طرف رجوع کیا جائے)

ہدایت کی متعدد قسمیں ہیں:

- 1 - ہدایت تکوینی یا طبعی: یہ جسم کے تمام اندرونی اور بیرونی اعضاء، پودوں اور جانوروں کے جسموں کا احاطہ کرتی ہے۔
- 2 - ہدایت غریزی: یہ حیوانات کے لیے مخصوص ہے، جن میں حسب مراتب کچھ ارادہ، فہم اور شعور واضح اور موجود ہے۔
- 3 - ہدایت فطری : اس قسم کی ہدایت غریزی ہدایت سے زیادہ کامل تر صورت ہے جو زندگی کے راستوں میں عقل و تدبر کا پہلا درجہ ہے، جو انسانی ذہن میں کھلتا ہے۔
- 4 - آزاد اور خود مختار فکری رہنمائی: جو نظری مسائل تک پہنچنے کے لیے فطری، محسوس اور بدیہی ترتیب دریافت کرتی ہے۔
- 5 - ہدایت وحی و نبوت (تشریعی): یہ ہدایت، گذشتہ ہدایتوں کی تکمیل کرنے والی ہے اور عقل کو راہ راست پہ رکھنے کے لیے اعلیٰ مرتبے کی ہدایت ہے (قرآن اور تفسیر فرقان سے انتخاب)۔

وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَىٰ ۝	اور وہ جس نے چارہ اگایا
----------------------------------	-------------------------

اور جس نے آسمان سے پانی برسایا، جس کے ذریعے مختلف نباتات اور بہت سی سرسبز گھاس اُگائی، کہ لوگ اور ان کے مویشی اور تمام حیوانات اس سے کھاتے ہیں۔

"الْمَرْعَىٰ" چراگاہ وہ جگہ جہاں جانور چرتے ہیں، تازہ اور خشک گھاس سے، اگرچہ آیت مبارکہ میں لفظ "مرعی" استعمال ہوا ہے جس کا اطلاق چوپائیوں کے چارے پر ہوتا ہے، لیکن اس عبارت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد صرف چارہ نہیں ہے، بلکہ وہ تمام قسم کی نباتات ہیں جو زمین سے اگتی ہیں۔

پھر کر دیا اس کو خشک سیاہی مائل

فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَىٰ ۝

پھر اس کے بعد اس مدت کو پورا کر دیا جو مدت تروتازہ رہنے کے لیے ہمارے رب عظیم نے مقرر کی تھی، وہ مدت ختم کر دی "فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَىٰ" پھر اس کو خشک اور سیاہی مائل کر دیا، یعنی اس کو سیاہ کوڑا کرکٹ بنادیا۔

یہ تنبیہ انسان کے لیے بھی ہے کہ ہمیشہ جوان اور شاداب نہیں رہے گا۔ مذکور بالا پانچ آیات میں سے: پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے نام کی تنزیہ اور تقدیس شامل ہے، اور بعد والی چار آیات اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اوصاف سے متعلق ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم اور اس کی مبارک ذات کی عظمت ہو، اور شریک، ہمسر، اور اولاد سے اس کی پاکی کا اظہار ہو وغیرہ۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور وحدانیت کے دلائل ذکر کرنے کے بعد اپنے نبی پر اپنے فضل و کرم کا ذکر کیا اور فرمایا۔

ہم تمہیں پڑھا دیں گے پھر تم بھولو گے نہیں

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَىٰ ۝۶

جو کتاب آپ پر وحی کی صورت میں نازل کی، اس کی حفاظت کریں گے اور اس کو آپ کے دل میں جگہ دیں گے اور آپ نہ بھولیں گے، ہدایت کے معاملے میں کوئی کمی بیشی نہیں دیکھو گے، کیونکہ ہم یہ ہدایت آپ کو حالات و واقعات کے مطابق سناتے ہیں، جیسا کہ جملہ: "فَلَا تَنْسَىٰ" سے بھلا نہ سکو گے، یعنی بھول جانے اور فراموش ہونے کا خوف نہ کیا کرو، کیونکہ ہم آپ کو یہ ہدایت اس طرح دیں گے کہ آپ اسے بھول نہ پائیں گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے فرستادہ رسول کے لیے وعدہ ہے جو کچھ سیکھ گئے ہیں وہ بھولیں گے نہیں۔

اس آیت مبارکہ میں ہمارے رب کی طرف سے وعدہ اور خوشخبری ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس بنیاد پر کہ رب جو علم اسے عطا کرے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو فراموش نہیں کریں گے، اس کے علاوہ اس مبارک آیت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بھی شامل ہے، اس لیے کہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، پڑھائی اور لکھائی سے واقف نہیں تھے، اس کے باوجود جبرئیل علیہ السلام جو کچھ ان پر تلاوت کرتے آپ بھولتے نہیں تھے، اور یہ حقیقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے اس عظیم کتاب کو سیکھا اور دھرائے بغیر حفظ کر لیا اور اسے فراموش نہیں کیا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی سچائی کی سب سے بڑی دلیل ہے، وعدہ کیا گیا ہے کہ جو کچھ ان پر پڑھا جائے گا وہ اسے فراموش نہیں کریں گے، (مختصر : 630/3)۔

آیت کا شان نزول:

جب جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرماتے تو جبرئیل آخری آیت کی تلاوت سے فارغ نہیں ہوتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلی آیت کی تلاوت شروع کرتے، تاکہ آپ وہ بھول نہ جائیں، پھر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تلاوت اپنے نبی پر الہام کردی، اور ان کو اسے بھول جانے سے حفاظت میں رکھا۔

مگر جو اللہ چاہے، یقیناً وہ کھلی بات کو جانتا ہے اور اس بات کو بھی جو چھپی ہوتی ہے	إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۝ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى ۝
--	---

(مگر جس چیز کی حکمت الہی متقاضی ہو اس کو فراموش کرو گے) ہمارا رب ہر ظاہر اور پوشیدہ چیز کو جانتا ہے، اور اپنے بندوں کی مصلحت کو بھی جانتا ہے، اس بنا پر جو کچھ چاہتا ہے شریعت کے عنوان پر اسے مقرر کر دیتا ہے، اور اس کا حکم صادر فرماتا ہے، مفسرین اس عبارت یعنی: "يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ بندے کی قرات اور گفتگو میں سے جو کچھ وہ بندہ ظاہر کرتا یا چھپاتا ہے باخبر ہے، بندوں کے برعکس کہ وہ پوشیدہ اور مخفی کاموں سے بے خبر ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی ابتدا میں لفظ: "الْجَهْرَ" (ظاہر اور آشکارا) کا ذکر فرمایا اور پھر لفظ "يَخْفَى" (پوشیدہ) اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے بندوں کو سمجھا دیا کہ: جس طرح وہ جہری اور ظاہری چیز کو جانتا ہے، اسی طرح سری اور پوشیدہ کو بھی جانتا ہے، تاکہ ان کو یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ظاہر اور باطن کا علم رکھتا ہے۔

ہم آپ کو سادہ اور آسان شریعت کے لیے تیار کریں گے	وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرَى ۝
--	-----------------------------

یعنی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نیک عمل انجام دینا آسان کر دیں گے، اور وحی کو آسان بنادیں گے اس طرح کہ آپ اس کو آسانی کے ساتھ یاد کریں گے، اور اس پر عمل کریں گے، سہل اور آسان راستہ یعنی: کسی بھی نقصان سے دور جو کہ اسلامی شریعت ہے، کہ سہل اور آسانی پر اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ" ترجمہ: اور تم پر دین میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے فرماتے ہیں کہ نہ صرف تمہارا دین اور شریعت تمام ادیان سے آسان ہے، بلکہ ہر چیز تمہارے لیے آسان بنادیں گے، دوسرے لفظوں میں ہم تبلیغ اور رہنمائی کو آسان کر دیں گے اور آپ کو بھی تیار کریں گے کہ اس کام کو بخوبی انجام دیں اور تبلیغ کریں، تو جب یہ معاملہ ہے، تو آپ کا کام واضح ہے، اور یہ بھی ایک اچھی خبر ہے کہ عظیم رب اپنے پیغمبر کے تمام کاموں کو آسان بنائے گا، اور اس کی شریعت کو بھی آسان اور سادہ بنائے گا۔

فَذَكِّرْ إِن نَّفَعَتِ الذِّكْرُ ۝	لہذا تم نصیحت کیے جاؤ، اگر نصیحت کا فائدہ ہو
-------------------------------------	--

اس آیت میں اللہ تعالیٰ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں کہ: شریعت الہی اور اس کی آیات کے مطابق نصیحت کریں، اگر نصیحت قابل قبول واقع ہو، آپ وعظ و نصیحت کیجیے اگر کوئی سنتا ہے، اور نصیحت کرنے سے نصیحت کے تمام مقاصد پورے ہوتے ہوں، یا بعض آپ نصیحت ہر حال میں جاری رکھیں۔

اس آیت کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ اگر نصیحت کرنا فائدہ مند نہ ہو، یعنی کہ اس نصیحت کرنے سے شر اور بُرائی میں اضافہ ہو، یا خیر اور اچھائی میں کمی ہو تو اس صورت میں نصیحت نہیں کرنی چاہیے، نصیحت کرنا لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم کرتا ہے، ایک وہ لوگ جو فائدہ حاصل کرتے ہیں اور دوسرا وہ لوگ جو فائدہ حاصل نہیں کرتے، جو لوگ نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو رب عظیم سے ڈرتے ہیں، اس کی سزا سے ڈرتے ہیں اور ان کاموں سے دوری اختیار کریں جو ہمارے رب با عظمت کو ناپسند ہیں، اور اچھے اعمال انجام دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

عالم اسلام کے مشہور مفسر ابن کثیر فرماتے ہیں: یہاں سے علم اور دانستگی کی اشاعت کا طریقہ اور آداب لیا جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ نا اہل اور

ناشائستہ لوگوں کے سامنے اس کو بیان نہ کیا جائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہنے کے مطابق کہ: "ایسی بات لوگوں سے نہ کہی جائے کہ ان کی عقل اس کو سمجھنے کی صلاحیت نہ رکھتی ہو، کیونکہ یہ کام بعض لوگوں کے لیے فتنے کا سبب بنے گا" اور فرمایا: "لوگوں سے اس انداز سے بات کرو کہ وہ سمجھ سکیں، کیا تم پسند کرو گے کہ لوگ خدا اور پیغمبر کو جھٹلائیں" (مختصر: 630/3)۔

سَيِّدٌ كَرُمٌ يَخْشَى ۱۰	جوشخص (ہمارے رب عظیم سے) ڈرتا ہے وہ تو نصیحت قبول کرے گا
---------------------------	--

یعنی: جوشخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور اس کے غضب وقہر سے ڈرتا ہو خوف رکھتا ہو نصیحت پکڑے گا۔

وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشَقَى ۱۱	اور برا بدبخت اس سے دور رہے گا
--------------------------------	--------------------------------

اور جو لوگ اس وعظ ونصیحت سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے، وہ بدبخت ترین لوگ ہیں جو سب سے بڑی آگ میں ہونگے اور اس میں جلیں گے۔ "الْأَشَقَى" وہ کافر ومنکر جو اللہ کی شریعت اور قرآن سے نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

الَّذِي يَصُلِّي النَّارَ الْكُبْرَى ۱۲	وہ شخص جو بڑی آگ میں داخل ہوگا
---	--------------------------------

یعنی: اس خوفناک اور انتہائی دردناک آگ میں جو جہنم کی آگ ہے، وہ آگ جو دنیا کی آگ سے ستر (70) گنا زیادہ جلاتی ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ: "نَارُكُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ"، قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ كَأَنَّكَ لَكَافِيَةٌ قَالَ: «فُضِّلَتْ عَلَيْهِمْ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّينَ جُزْءًا كُلُّهُمْ مِثْلُ حَرِّهَا» (بخاری: 3265 و مسلم: 2843) ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری آگ جہنم کی آگ کے مقابلے میں (اپنی گرمی اور ہلاکت خیزی میں) سترواں حصہ ہے، کسی نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ ہماری دنیا کی آگ کافی نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: دنیا کی آگ کے مقابلے میں جہنم کی آگ انہتر گنا بڑھ کر ہے۔"

مفسر حسن فرماتا ہے: "نارُ کبریٰ" یعنی آخرت کی آگ، "نارُ صغریٰ" دنیا کی آگ۔

پھر وہاں نہ وہ مرے گا اور نہ جیے گا	ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ۝۱۳
-------------------------------------	---

وہ لوگ وہاں دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے کہ کسی بھی قسم کا سکون اور راحت نہیں دیکھیں گے، یہاں تک کہ وہ لوگ موت کی خواہش کریں گے مگر ان کو موت بھی نہیں آئے گی۔

واقعی! انسان کے لیے زندگی کا وہ دن سب سے مشکل ہوتا ہے جب انسان کو زندگی کی صورت میں کوئی امید نہ ہو، اور نہ ہی اسے موت آئے جو اسے مکمل طور پر فنا کر دے۔

جیسا کہ ہمارا رب فرماتا ہے: "لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفَ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابٍ ۝۱۴" ترجمہ: "نہ مریں گے اور نہ ان کے عذاب میں کمی آئے گی۔"

بہ تحقیق فلاح پاگیا وہ جس نے (کفر اور گناہوں سے) پاکیزگی اختیار کی	قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ ۝۱۴
--	---------------------------------

جس نے خود کو کفر اور گناہوں سے پاک رکھا، اور خود کو شرک کرنے، ظلم اور غلط رویوں سے پاک رکھا یقیناً وہ کامیاب ہے۔

"أَفْلَحَ" فلاح پائی، دوزخ کی آگ سے نجات پائی، اور جنت میں داخل ہوا۔

"مَن تَزَكَّىٰ" وہ شخص جس نے کفر اور شرک سے خلاصی کے بعد اپنے آپ کو ایمان اور اعمال صالحہ کے ذریعے پاک کیا، اور زکوٰۃ ادا کر کے بخل سے دوری اختیار کی۔

"تزکیہ" دراصل اس کا معنی نمو بڑھنے اور ترقی کرنے کا ہے، اسی طرح تزکیہ بہ معنی تطہیر اور پاکی کے بھی ہے۔

ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ: تزکیہ یہ ہے کہ ایمان کفر یہ عقیدے کے فساد سے اور نفس اخلاق کے فساد سے اور اعضاء فاسد رویے سے پاک ہوں، اور زکات جو روح کی پاکی کے لیے ہے لالچ اور بخل سے پاک ہو، اس مال سے بھی جو محروموں کے حقوق ہیں۔

قرآن کریم گیارہ قسموں کے بعد فرماتا ہے: اس سب چیزوں کی قسم جس نے اپنے نفس کو پاک کیا کامیاب رہا، اور جس نے اپنے نفس کو آلودہ کیا (اللہ تعالیٰ کے لطف و مہربانی سے) محروم ہوا، قرآن کریم نے پیامبروں کا مقصد تزکیہ اور لوگوں کی تربیت قرار دیا ہے۔

"تَزَكَّى" زکوٰۃ سے مشتق ہے پاک کرنے کی معنی میں ہے، مال کی زکوٰۃ اس لیے زکات کھاگیا کہ باقی مال کو انسان کے لیے پاک کر دیتا ہے، یہاں لفظ "تَزَكَّى" عام ہے، یہ تزکیہ ایمان اور اخلاق دونوں کو شامل ہے، اور اسی طرح مال کی زکات کو بھی، تزکیہ تک پہنچنے کے لیے مفسرین نے دو مراحل تجویز کیے ہیں:

- 1- نفس کو برائیوں سے پاک کرنا، یعنی دل کو برے اخلاق سے پاک کرنا، اور گناہوں سے بچنا، اس عمل کو تصفیہ اور تخلیہ بھی کہتے ہیں۔
- 2- نفس کی دیکھ بھال اور تکمیل کرنا حصول علوم و معارف، فضائل، اچھے اخلاق، اور نیک انجام کے ساتھ، اس عمل کو تخلیہ بھی کہتے ہیں، یعنی: دیکھ بھال اور مکمل، مزین کرنا، لیکن تخلیہ اور تخلیہ سے پہلے انسان کو اپنے کمزور نکات کو پہچاننا چاہیے۔

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ۝۱۵	اور اپنے رب کا نام ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا
-------------------------------------	--

اپنے رب کے ذکر میں مشغول ہو جائے اور اس کا دل اس کے ذکر سے مانوس ہو، ایسا شخص ایسا عمل انجام دے گا، جو رب کو خوش کرے گا، خاص طور پر نماز ادا کرے گا، کہ نماز ایمان کا ترازو ہے، بعض مفسرین ایسے ہیں جو "تَزَكَّى، فَصَلَّى" کی تفسیر میں کہتے ہیں: "زکوٰۃ فطر دیتے ہیں، اور عید کی نماز پڑھتے ہیں" حالانکہ یہ مفہوم بھی شامل ہے، لیکن آیت کا معنی صرف یہی نہیں ہے۔

بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝۱۶	بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو
--	--

یعنی اس دنیا کی ناپسند اور ختم ہونے والی نعمت کو اختیار کرتے ہو، اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو، تمہاری ساری فکر، عقل اور دھان دنیا اور اس کی فلاح و بہبود اور راحت و فائدے اور لذتوں کی طرف ہے، اور سمجھتے ہو کہ تمام حقیقی فائدے یہی ہیں، جو یہاں حاصل ہوتے ہیں؟ اگر یہاں کسی چیز

سے محروم ہو جاؤ تو سمجھتے ہو کہ یہی حقیقی نقصان ہے جس سے دوچار ہوئے ہو، افسوس کے ساتھ کھنا پڑتا ہے کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو ہر جلد حاصل ہونے والی چیز کی تلاش میں کوشش کرتے ہیں، جبکہ آنے والے وقتوں میں جس چیز کے ملنے کا وعدہ ہے اس سے چشم پوشی کرتے ہیں۔

○ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ	حالانکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے
----------------------------------	---

اس آیت میں اللہ فرماتا ہے: کہ آخرت دنیا کے مقابلے میں ہر لحاظ سے بہتر اور باقی رہنے والی ہے، کیونکہ آخرت ہمیشہ رہنے والی اور بقا کا گھر ہے، جبکہ دنیا فنا اور نابود ہونے والی ہے، تو عاقل مؤمن بہتر کو چھوڑ کر بدتر کو اختیار نہیں کرتا، اور ہمیشہ والے سکون اور راحت کو عارضی خوشیوں اور لذتوں کی وجہ سے ہاتھ سے جانے نہیں دیتا، اس لیے دنیا کی محبت اور اسے آخرت پر ترجیح دینا ہر غلطی کی جڑ ہے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو پڑھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا: تمہیں معلوم ہے کیوں ہم نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی؟ انہوں نے کہا: نہیں، فرمایا، کیونکہ دنیا ہمیں کھانا، پینا، عورتیں، لذتیں اور تفریح نقداً سستے میں دے دیتی ہے، اور آخرت ہماری نظروں سے اوجھل اور پوشیدہ ہے، تو پھر ہم نے عاجل کو پسند کر کے آجل کو چھوڑ دیا، (تفسیر خازن: 234/4)۔

○ إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ	بیشک یہ بات یقیناً پہلے صحیفوں میں ہے
--	---------------------------------------

وہ تمام مضامین، اچھی باتیں، اور اچھی خبریں جو اس سورہ مبارکہ میں بیان کی گئی ہیں اس آسمانی کتاب تک منحصر نہیں ہے، بلکہ سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی بیان کی گئی تھیں، جن میں ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے صحیفے ہیں، جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سب سے بڑے اوالوالعزم پیغمبروں میں سے تھے، پس یہ وہ فرامین ہیں جو ہر شریعت میں آئے ہیں، اس لیے کہ یہ احکام دونوں جہانوں کے منافع سے متعلق ہیں اور یہ اوامر ہر وقت اور ہر جگہ انسانوں کو اصلاح و منفعت فراہم کرتے ہیں۔

○ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ	ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے صحیفے
---------------------------------	--

دس صحیفے ہیں ابراہیم علیہ السلام کے اور تورات موسیٰ علیہ السلام کی ہے۔

"صُف" پہلے والے صف کا بدل ہے، یہ آیت اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ آسمانی ادیان کے بنیادی مضامین اور عمومی اصول سب ایک ہیں، اور ایک ہی مأخذ سے مأخوذ ہیں البتہ صرف تعلیمات اور احکامات میں فرق ہوا ہے، جس کی وجہ وقت کا مختلف ہونا ہے اور دوسرا یہ کہ انسانی ترقی بھی اس کی متقاضی ہے، (تفسیر نور مصطفیٰ خرمدل)۔

ملاحظہ :

یہ قرآن کریم میں دوسری جگہ ہے جہاں موسیٰ اور ابراہیم علیہما السلام کے صحیفوں کی طرف اشارہ ہوا ہے، اس سے پہلے "سورہ نجم کی آیات : 36-37" میں اس طرف اشارہ ہوا ہے۔

صحف ابراہیمی کے موضوعات اور مضامین

آجری نے حضرت ابوذر غفاری سے روایت کیا ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے کیسے اور کیاتھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اس میں عبرت کی مثالیں بیان کی گئی تھیں، ایک مثال میں ایک ظالم بادشاہ کو مخاطب کیا گیا ہے کہ: اے لوگوں پر غلبہ پانے والے، مغرور اور متکبر، میں نے تجھے بادشاہت اس لیے نہیں دی کہ تو دنیا میں دولت پر دولت جمع کرے، بادشاہت اس لیے دی کہ تو کسی مظلوم کو بے یار و مددگار نہ چھوڑے کہ اس کی فریاد مجھ تک پہنچے، کیونکہ یہ میرا قانون ہے کہ میں کسی مظلوم کی پکار کو بے نوا نہیں چھوڑوں گا، چاہے وہ کافر کی زبان سے ہی کیوں نہ نکلے۔

دوسری مثال میں عوام الناس کو مخاطب کیا گیا ہے کہ عقلمند آدمی کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے اوقات تین حصوں میں تقسیم کرے گا: (1) ایک وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے دربار میں دعاؤں کے لیے، (2) دوسرا، اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا، اور اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت اور صنعت میں غور و فکر کرنا۔

(3) تیسرا، ضروریات زندگی کا حصول اور فطری ضرورتوں کو پورا کرنا۔ فرمایا: عقلمند آدمی کے لیے ضروری ہے کہ اپنے زمانے کے حالات سے باخبر رہے، اور بامقصد کاموں میں مصروف رہے، اپنی زبان کو اپنے قبضے میں رکھے، جو شخص اپنے قول اور فعل کو شمار میں رکھے گا، اس کی زبان کم اور صرف ضروری کاموں میں ہی استعمال ہوگی۔

حضرت موسیٰ کے صحیفوں کے موضوعات

حضرت ابوذر فرماتے ہیں: پھر میں نے پوچھا موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان میں صرف عبرت تھی جس میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں: میں تعجب کرتا ہوں ایسے بندے پر جس کو مرنے پر یقین ہو، لیکن پھر بھی اس کا دل خوشیوں سے وابستہ ہو، اور تعجب کرتا ہوں اس پر جس کو تقدیر پر ایمان ہو، لیکن پھر بھی بے بس اور مایوس ہو، اور تعجب کرتا ہوں اس پر جس کو آخرت کے حساب و کتاب کا یقین ہو، لیکن پھر بھی عمل سے ہاتھ کھینچ لیے۔

حضرت ابوذر فرماتے ہیں، پھر میں نے پوچھا: کیا جو وحی آپ پر نازل ہوتی ہے اس میں ان صحیفوں میں سے کچھ آیا ہے؟ تو فرمایا: اے ابوذر! ان آیات کی تلاوت کرو: "قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى" ۱۸ ○ "وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى" ۱۵ ○ "بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا" ۱۶ ○ "وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى" ۱۷ ○ "إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى" ۱۸ ○ "صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ" (قرطبی)۔

آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کا حکم

یہ کھنا ضروری ہے کہ جو شخص تمام دیگر آسمانی کتابوں (تورات، انجیل، زبور، صحف ابراہیم اور صحف موسیٰ) پر ایمان نہ لائے، اس کا ایمان قابل قبول نہیں ہے، اور وہ مسلمان نہیں کہلائے گا۔

آسمانی کتابوں پر ایمان واجب ہونے کی دلیل

تمام آسمانی کتابوں پر ایمان کے وجوب کا حکم اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنزَلَ مِنْ قَبْلُ" ۱۰ ○ "وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلِكِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا" ۱۳۱ ○ (سورہ نساء: 136) ترجمہ: "مومنو! خدا پر اور اس کے رسول پر اور جو کتاب اس نے اپنے پیغمبر (آخر الزماں) پر نازل کی ہے اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل کی تھیں سب پر ایمان لاؤ، اور جو شخص خدا اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں اور روز قیامت سے انکار کرے وہ رستے سے بھٹک کر دور جا پڑا"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو حکم کرتا ہے کہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان پر نازل شدہ کتاب جو کہ پہلے تمام کتابوں کو شامل ہے جیسے: تورات، انجیل اور زبور پر ایمان لائیں۔

پھر آیت کے آخر میں بیان کرتا ہے کہ کوئی بھی ایمان کے ارکان میں سے کسی ایک پر کفر کرے تو وہ بہت دور کی گمراہی میں مبتلا ہے اور سید ہے راستے سے بھٹک گیا ہے۔

پھر تمام کتابوں پر ایمان کے بیان میں اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کو حکم کرتا ہے، کہ اہل کتاب کو مخاطب کر کے اس طرح کہو کہ: "قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝۱۳۶" (سورہ بقرہ: 136)

ترجمہ: "(مسلمانو) کہو کہ ہم خدا پر ایمان لائے اور جو (کتاب) ہم پر اتری اس پر اور جو (صحیفے) ابراہیم اور اسمعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو (کتابیں) موسیٰ اور عیسیٰ کو عطا ہوئیں اُن پر اور جو اور پیغمبروں کو اُن کے پروردگار کی طرف سے ملیں اُن پر (سب پر ایمان لائے) ہم اُن پیغمبروں میں سے کسی میں بھی کچھ فرق نہیں کرتے، اور ہم اسی (خدا کے واحد) کے فرمانبردار ہیں"

یہ آیت مؤمنوں کے ایمان کو جو کچھ اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے نازل کیا ہے شامل ہے اور جو کچھ انبیاء سے متعلق آیت میں ذکر ہوا ہے اور جو کچھ باقی انبیاء پر نازل ہوا ہے سب کو شامل ہے، اور وہ ان پیغمبروں پر ایمان میں کسی قسم کا بھی فرق نہیں کرتے، اور تمام انبیاء پر اور ان پر جو کتابیں ترتیب وار نازل ہوئی ہیں رب کی طرف سے سب پر ایمان لاتے ہیں۔

اس لیے قرآن کریم کی صریح آیات کے مطابق، جو شخص ان آسمانی کتابوں پر جو قرآن کریم سے پہلے نازل ہوئی ہیں ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہے، کیونکہ دوسری آسمانی کتابوں پر ایمان نہ لانے کا مطلب ہے خدا کی آیتوں کا جھٹلانا جو دوسرے پیغمبروں سے متعلق ہیں، جبکہ اللہ کے تمام پیغمبر حق پر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے رہنمائی کے لیے بھیجے گئے ہیں، ان میں سے بعض انبیاء آسمانی کتاب کے حامل تھے۔

ضروری اور جاننے کے قابل نکات

سب سے پہلے: ایک مسلمان کو جاننا چاہیے کہ قرآن کریم کے علاوہ تمام آسمانی کتابوں میں تحریف، تغیر اور تبدیلی ہوئی ہے، کیونکہ خدا عزوجل قرآن کریم میں اس تحریف، تغیر اور تبدیلی کے بارے میں جو اہل کتاب نے نازل شدہ کتابوں میں کی تھیں خبر دی ہے، یہودیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ

کا ارشاد ہے: "أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلِمَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ" (سورہ بقرہ : 75) ترجمہ: "(مؤمنو) کیا تم امید رکھتے ہو کہ یہ لوگ تمہارے (دین کے) قائل ہو جائیں گے (حالانکہ) ان میں سے کچھ لوگ کلام خدا (یعنی تورات) کو سنتے پھر اس کے بعد اس کو جان بوجھ کر بدل دیتے"

اور فرماتا ہے: "مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ" (سورہ نساء : 46) ترجمہ: "اور یہ جو یہودی ہیں ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ کلمات کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں"

نصاری کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نُنْزِلُ الْكِتَابَ مِثْقَالَهُمْ فَذَرَبُوا بِهَا ذُرِّيًّا مِّنَ الْغَدَاوَةِ وَالْبَغْضَاءِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" (سورہ بقرہ : 17) ترجمہ: "اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے اُن سے بھی عہد لیا تھا مگر انہوں نے بھی اس نصیحت کا جو ان کو کی گئی تھی ایک حصہ فراموش کر دیا تو ہم نے ان میں باہم قیامت تک کے لیے دشمنی اور کینہ ڈال دیا، اور جو کچھ وہ کرتے رہے خدا عنقریب اُن کو اس سے آگاہ کرے گا (14) اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے پیغمبر (آخر الزمان) آگئے ہیں کہ جو کچھ تم کتاب میں چھپاتے تھے وہ اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول کھول کر بتا دیتے ہیں اور تمہارے بہت سے قصور معاف کر دیتے ہیں"

آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود اور نصاریٰ نے ان پر نازل ہونے والے کتابوں میں تحریف کی، اور یہ تحریف کبھی اضافہ کر کے اور کبھی کمی کر کے کی گئی ہے، اور ان کتابوں میں اضافہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "قَوْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُوبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ" (سورہ بقرہ : 79) ترجمہ: "تو اُن لوگوں پر افسوس ہے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے (آئی) ہے تا کہ اس کے عوض تھوڑی سے قیمت حاصل کریں، اُن پر افسوس ہے اس لیے کہ اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں اور پھر اُن پر افسوس ہے کہ ایسے کام کرتے ہیں"

ترجمہ: "تو اُن لوگوں پر افسوس ہے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے (آئی) ہے تا کہ اس کے عوض تھوڑی سے قیمت حاصل کریں، اُن پر افسوس ہے اس لیے کہ اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں اور پھر اُن پر افسوس ہے کہ ایسے کام کرتے ہیں"

اور ان کتابوں میں کمی کی دلیل رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ ۖ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝١٥" (سورہ مائدہ : 15) ترجمہ: "اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے پیغمبر (آخر الزمان) آگئے ہیں کہ جو کچھ تم کتاب میں چھپاتے تھے وہ اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول کھول کر بتا دیتے ہیں اور تمہارے بہت سے قصور معاف کر دیتے ہیں، بیشک تمہارے پاس خدا کی طرف سے نور اور روشن کتاب آچکی ہے"

اور فرماتا ہے: "قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا ۝٩١" (سورہ انعام : 91) ترجمہ: "کہو کہ جو کتاب موسیٰ لے کر آئے تھے اُسے کس نے نازل کیا تھا، جو لوگوں کے لیے نور اور ہدایت تھی اور جسے تم نے علیحدہ علیحدہ اوراق (پر نقل) کر رکھا ہے ان کو تو ظاہر کرتے ہو اور اکثر کو چھپاتے ہو"

لیکن قرآن کریم ان تحریفات اور تبدیلیوں سے جو پہلے کتابوں میں ہوئی تھیں محفوظ اور سالم ہے، رب تعالیٰ نے اسے محفوظ رکھا ہے، اور وہی اس کی حفاظت کرے گا، جیسا کہ وہ خود اس کی خبر دیتا ہے: "إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝٩" (سورۃ الحجر: 9) ترجمہ: "بیشک یہ (کتاب) نصیحت ہم ہی نے اُتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں"

ثانیاً: اسے معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن سے پہلے کتابوں پر ایمان کیسے لایا جائے، اور وہ اس طرح ہے:

1۔ اس بات کی پختہ تصدیق کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں، اور اللہ کا کلام ہے، اور جس طرح اللہ تعالیٰ کے لیے لائق ہے اور جسے چاہا اس سے بات کی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۝ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۝ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِلنَّاسِ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ ۝٢" (آل عمران: 2-4) ترجمہ: "خدا (جو معبود برحق ہے) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں زندہ ہمیشہ رہنے والا۔ اس نے (اے محمدؐ) تم پر سچی کتاب نازل کی جو پہلی (آسمانی) کتابوں کی تصدیق

کرتی ہے اور اُسی نے تورات اور انجیل نازل کی۔ (یعنی) لوگوں کی ہدایت کے لیے پہلے (تورات اور انجیل اتاری) اور (پھر قرآن جو حق اور باطل کو) الگ الگ کر دینے والا (ہے) نازل کیا۔ جو لوگ خدا کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں ان کو سخت عذاب ہوگا اور خدا زبردست (اور) بدلہ لینے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ مطلع فرماتے ہیں کہ یہ کتابیں: توریت، انجیل، اور قرآن اس کی پاس سے آئی ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ نے ان انبیاء سے کلام فرمایا ہے اور اس کا آغاز اس اللہ کی ذات پاک سے ہی ہوا ہے اور اس کے غیر سے نہیں، اسی وجہ سے آیت کے آخر میں وعید دیتا ہے کہ جس شخص نے خدا تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا وہ عذاب شدید میں مبتلا ہوگا۔

2- یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی

ہیں، اور ان میں باہم کوئی تناقض اور تعارض نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: "وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ

الْكِتَابِ وَمُهَيِّئًا عَلَيْهِ" (سورہ مائدہ: 48) ترجمہ: "اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے۔ جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان (سب) پر مشتمل یا نگران ہے"

انجیل کے متعلق فرماتا ہے: "وَأَتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ ۝ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ" (سورہ مائدہ: 46) ترجمہ: "اور اُن کو انجیل عنایت کی جس میں ہدایت اور نور ہے اور تورات کی جو اس سے پہلے ہے تصدیق کرتی ہے"

ان کتابوں پر ایمان واجب ہے، اللہ تعالیٰ کی کتابیں تمام قسم کے تناقضات اور تعارضات سے پاک ہیں، مخلوق کی کتابوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی کتابوں کی سب سے بڑی خصوصیات یہی ہیں، کیونکہ لوگوں کی کتابوں میں نقص، خلل اور تعارض موجود ہے جبکہ اللہ کی کتب ان عیوب سے پاک ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی صفت بیان کرتا ہے:

"وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ۝۸۲" (سورہ نساء: 82) ترجمہ: "اگر یہ خدا کے سوا کسی اور (کا کلام) ہوتا تو اس میں (بہت سا) اختلاف پاتے"

3- یہ پختہ عقیدہ رکھنا کہ وہ تمام کتابیں اور صحیفے جو اللہ تعالیٰ نے رسولوں پر نازل فرمائے قرآن کریم کے ذریعے سے منسوخ کر دیے گئے

ہیں، جن اور انس اور پچھلی کتابوں کے پیروکاروں یا دوسروں میں سے کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ قرآن کریم کے آنے کے بعد خدا کی عبادت کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرے، یا اس قرآن کے علاوہ کسی اور کتاب پر فیصلہ کرے، اس مسئلے پر قرآن و سنت میں بہت دلائل ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا" (سورہ فرقان: 1) ترجمہ: "وہ (خدائے عزوجل) بہت ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا، تاکہ اہل جہاں کو ہدایت کرے۔"

اور فرماتا ہے: "يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ" (سورہ مائدہ: ۱۵) "يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ" (سورہ مائدہ: 15-16) ترجمہ: "اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے پیغمبر (آخر الزمان) آگئے ہیں کہ جو کچھ تم کتاب (الہی) میں چھپاتے تھے وہ اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول کھول کر بتا دیتے ہیں اور تمہارے بہت سے قصور معاف کر دیتے ہیں۔ بیشک تمہارے پاس خدا کی طرف سے نور اور روشن کتاب آچکی ہے۔ جس سے خدا اپنی رضا پر چلنے والوں کو نجات کے راستے دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور ان کو سیدھے رستے پر چلاتا ہے"

خدا تعالیٰ اپنے پیغمبر کو حکم دیتا ہے کہ اہل کتاب کے درمیان قرآن کے مطابق فیصلہ کریں: "فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ" (سورہ مائدہ: 48) ترجمہ: "تو جو حکم خدا نے نازل فرمایا ہے اس کے مطابق ان کا فیصلہ کرنا اور حق جو تمہارے پاس آچکا ہے اس کو چھوڑ کر اُن کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا"

اور اسی طرح فرماتا ہے: "وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ" (سورہ مائدہ: 49) ترجمہ: "اور (ہم) پھر تاکید کرتے ہیں کہ جو (حکم) خدا نے نازل فرمایا ہے اسی کے مطابق ان میں فیصلہ کرنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اور ان سے بچتے رہنا کہ کسی حکم سے جو خدا نے تم پر نازل فرمایا ہے یہ کہیں تم کو بہکا نہ دیں۔"

اور حدیث میں سے جابر بن عبد اللہ کی روایت ہے کہ عمر بن خطاب اہل کتاب کی ایک کتاب لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور اسے پڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم غصے ہو گئے اور فرمایا: "أُمْتَهُوْ كُوْنَ فِيْهَا يَا ابْنَ الْخَطَابِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيَضَاءَ نَقِيَّةٍ لَا تَسْأَلُوهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَيُخْبِرُوْكُمْ بِحَقِّ فَتُكْذِبُوْا بِهِ أَوْ بِبَاطِلٍ فَتُصَدِّقُوْا بِهِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ مُوسَى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ حَيًّا مَا وَسَّعَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِيْ" (مسند الإمام أحمد: 3 / 387، وكشف الأستار: 134، وشعب الإيمان للبيهقي: (177). وغيرهم وهو حديث

حسن بمجموع طرقه) "ترجمہ: "اے خطاب کے بیٹے! کیا اس میں تعجب کرتے ہو؟ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں تو اس دین کو روشن اور ہر نقص سے پاک لایا ہوں، تم ان سے کچھ پوچھو گے، اگر وہ تمہیں حق کی خبر دیں تو تم اس کی تکذیب کرو گے، یا وہ تمہیں باطل کی خبر دیں جس کے تم تصدیق کر دو گے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میرے پیروی کے سوا ان کے لیے کچھ اور راستہ نہ ہوتا۔"

یہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کی مختصر سے بحث ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے، اور جو قرآن میں خاص طور پر مذکور ہے۔

سوم: سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ: توریت، بائبل اور دوسری کتابوں کی آیات سے واسطہ پڑنے کی دوران ہر مسلمان کو تین صورتوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

1 - وہ آیت جو دیکھتا اور سنتا ہے قرآن کی مخالف ہے، (اس حالت میں اس کو جھٹلانا واجب ہے، کیونکہ وہ تحریف شدہ ہے، ہم مسلمان ان تحریف کی ہوئی آیات پر ایمان لانے پر مکلف نہیں ہیں، اس لیے کہ وہ تحریف شدہ آیات رب کی جانب سے نازل نہیں کی گئی ہیں، بلکہ انسانوں کے ذریعے اس میں تغیر اور تبدیلی کی گئی ہے، اس بنا پر ان کی تکذیب واجب ہے)۔

2 - وہ آیت جو قرآن کی آیات کے مطابق ہے اور اس کی تصدیق کرتی ہے، (اس حالت میں چاہیے کہ اس پر ایمان لائے اور رب کی جانب سے اس کی نزول کی تصدیق کریں)۔

3 - وہ نہیں جانتا کہ تورات، انجیل وغیرہ کی وہ آیت جو دیکھتا یا سنتا ہے قرآن کی تصدیق کرتی ہے یا اس کی مخالف ہے، (اس صورت میں وہ نہ اس کی تصدیق کرے نہ جھٹلائے)۔

آسمانی کتابوں کے احترام کا حکم

اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان بہت سے پھلوؤں پر مشتمل ہے جو کہ نصوص کی واجب ہونے، ان پر عقیدہ رکھنے اور ان کے اظہار کرنے پر دلالت کرتے ہیں، تا کہ اسلام کے ارکان میں سے سب سے بڑا رکن ثابت ہوسکے اور وہ یہ ہیں:

1 - اس بات کی پختہ تصدیق کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں، اور اللہ تعالیٰ اس کی حقیقت کو جس طرح اس کی شان کے لائق وزیبا ہے، اور جس طرح چاہا ہے ان انبیاء سے کلام کیا ہے۔

2 - اس بات پر ایمان لانا کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت، اور جو کچھ خیر، ہدایت، نور اور روشنی ہے اس کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

3 - اس بات پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں، اور ان میں کوئی تناقض اور تعارض نہیں ہے۔

4 - یہ پختہ عقیدہ رکھنا کہ وہ تمام کتابیں اور صحیفے جو خدا نے رسولوں پر نازل کیے ہیں قرآن کریم کے ذریعے سے سب منسوخ ہو چکے ہیں، جن اور انس اور پچھلی کتابوں کے پیرو کاروں یا دوسروں میں سے کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ قرآن کریم کے آنے کے بعد خدا کی عبادت اس کے علاوہ کسی اور طریقے پر کرے، یا اس کے بغیر کسی اور چیز پر فیصلہ کرے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وَالَّذِي نَفْسِي

بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي" مسند أحمد (387)، وشعب الإيمان بیہقی (177)۔ "ترجمہ:" اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتا تو میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔"

لہذا صرف وہی چیز جو قرآن کریم میں مذکور ہے اس پر عمل کرنا واجب ہے، لیکن جو کچھ سابقہ آسمانی کتابوں میں ہے اگر وہ ہماری شریعت کی خلاف ہے تو خود بخود متروک ہے اس وجہ سے نہیں کہ وہ باطل تھا، ممکن ہے وہ اپنے زمانے میں حق تھا، لیکن ہم اس کے مکلف نہیں، کیونکہ ہماری شریعت کے آنے کے ساتھ ہی وہ منسوخ ہوا ہے، اگر ہماری شریعت کے موافق ہو تو لازماً ایسا حق اور سچ ہے کہ شریعت اسلام اس کے حق ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

5 - اس بات کا یقین رکھنا کہ سابقہ کتابوں میں تحریف کی گئی ہے، کیونکہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اہل کتاب نے ان پر نازل ہونے

والی کتابوں میں تحریف، تبدیلی اور تغیر کی ہے، اللہ تعالیٰ یہود کے بارے میں فرماتا ہے: "أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا بِالْكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلِمَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ" (سورہ بقرہ : 75) ترجمہ: "(مؤمنو) کیا تم امید رکھتے ہو کہ یہ لوگ تمہارے (دین کے) قائل ہو جائیں گے (حالانکہ) ان میں سے کچھ لوگ کلام خدا (یعنی تورات) کو سنتے پھر اس کے بعد اس کو جان بوجھ کر بدل دیتے"

"مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ" (سورہ نساء : 46) ترجمہ: "اور یہ جو یہودی ہیں ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ کلمات کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں"

اور اللہ تعالیٰ نصاریٰ کو مخاطب کرتا ہے: يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ" (سورہ مائدہ: 15) ترجمہ: "اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے پیغمبر (آخر الزمان) آگئے ہیں کہ جو کچھ تم کتاب میں چھپاتے تھے وہ اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول کھول کر بتا دیتے ہیں اور تمہارے بہت سے قصور معاف کر دیتے ہیں"

اور فرمایا: "فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُمُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ" ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيُشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا" فَوَيْلٌ لَهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُونَ" (سورہ بقرہ: 79)

ترجمہ: "تو اُن لوگوں پر افسوس ہے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے (آئی) ہے تا کہ اس کے عوض تھوڑی سے قیمت حاصل کریں، اُن پر افسوس ہے اس لیے کہ اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں اور پھر اُن پر افسوس ہے کہ ایسے کام کرتے ہیں"

یہ آیات دلالت کرتی ہیں کہ اہل کتاب نے اپنے اوپر نازل ہونے والی کتابوں میں تحریف کی تھی، اور یہ تحریف کبھی اضافہ کر کے اور کبھی گھٹا کر کی گئی ہے، لیکن قرآن کریم اس قسم کی تحریف اور تغیر سے محفوظ رہا ہے، خدا تعالیٰ اس کی حفاظت اور نگرانی کرتا ہے، جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے: "إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَفُظُونَ" (سورہ الحجر: 9) ترجمہ: "بیشک یہ (کتاب) نصیحت ہم ہی نے اُتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔"

ابو عمر اور دارائی ابو حسن منتاب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: "ایک دن میں قاضی ابو اسحاق اسماعیل بن اسحاق کے پاس تھا، ان سے کہا گیا:

کیوں اہل توریت کو تحریف کی اجازت دی گئی (یعنی موقع ملا یا ان کے لیے ممکن ہوا) لیکن اہل قرآن کو اس کی اجازت نہیں دی گئی؟ قاضی نے کہا: خدا عزوجل اہل توریت سے متعلق فرماتا ہے: "مِمَّا اسْتَحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ" (سورہ مائدہ : 44) ترجمہ: "کیونکہ وہ کتاب خدا کے نگہبان مقرر کیے گئے تھے" تو اس کی حفاظت ان کے سپرد کردی گئی؛ لہذا تبدیلی کا موقع کیوں دیا گیا یا ان کے لیے ممکن ہوا، اور قرآن کریم میں فرماتا ہے: "إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ" (سورۃ الحجر: 9) ترجمہ: "بیشک یہ (کتاب) نصیحت ہم ہی نے اُتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں" تو اس میں تبدیلی کا موقع یا امکان نہیں ہے۔

اس نے کہا: میں ابو عبد اللہ محاملی کی طرف گیا اور یہ واقعہ ان سے بیان کیا، تو انہوں نے کہا: میں نے اس سے زیادہ خوبصورت بات نہیں سنی۔ قرآن کریم میں پچھلی کتابوں کا خلاصہ اور سابقہ انبیاء کی شریعت کے اصول شامل ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّئًا عَلَيْهِ" (سورہ مائدہ : 48) ترجمہ: "اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے۔ جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان (سب) پر نگہبان ہے"

سوال: ممکن ہے کوئی کہے: قرآن وسنت کے نصوص کے مطابق ہر مسلمان پر واجب ہے کہ تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرے، اور ایمان لائے، لیکن دوسرے نصوص ان کتب کی تحریف ہونے پر دلالت کرتے ہیں، اس صورت میں، ایک مسلمان کیسے ان تحریف شدہ کتابوں پر ایمان لائے؟

جواب: ہمیں مکمل یقین اور اطمینان ہے کہ رب تعالیٰ نے گزشتہ کتابوں میں جو کچھ اپنے انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمایا تھا وہ ہر قسم کی تحریف اور تبدیلی سے محفوظ تھا، اور یہ حق ہے کسی قسم کا شک وشبہ اس میں نہیں ہے، لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ اس وقت جو کچھ ان کتابوں میں درج ہے اور اہل کتاب کے پاس ہے اس کو ہم قبول کریں، کیونکہ یہ کتب محرّف ہیں، جس کیفیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں پر نازل کی تھیں اس پر باقی نہیں ہیں۔

جس توریت پر ایمان لانا واجب ہے وہ وہی کتاب ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر خدا تعالیٰ نے نازل فرمائی تھی، نہ وہ کہ جو تحریف شدہ کتاب اہل کتاب کے پاس ہے، جس انجیل پر ایمان لانا واجب ہے یہ وہ انجیل ہے جو خدا نے

عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی تھی، اور جس زبور پر ایمان لانا واجب ہے تو وہ وہی کتاب ہے جسے خدا نے داؤد علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی نہ وہ تحریف شدہ زبور جس کو یہود نے تحریف کی ہے۔

تاہم ضروری نہیں ہے کہ اس تحریف اور تبدیلی میں ان کی پوری کتاب شامل ہو، ان کی کتابوں میں بہت سے ایسے مسائل ہوسکتے ہیں جو صحیح ہوں، چنانچہ یہ کتب بعض اسماء الہی پر مشتمل ہیں، اس لیے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ تمام تورات، انجیل اور زبور تحریف شدہ ہیں اور انسان کی لکھی ہوئی ہیں۔

تحریف شدہ کتابوں کے بارے میں اعتقاد

1 - جس چیز کو ہم یقینی طور پر جان لیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے اور اس میں تحریف اور تبدیلی نہیں ہوئی ہے، اس کی تصدیق کریں گے، مثلاً جس چیز کی تصدیق قرآن و سنت کرے ہم یقیناً اس کی تصدیق کریں گے، کیونکہ اللہ اور اس کے رسول نے اس کو بیان فرمایا ہے، مثال کے طور پر: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "أَمْ لَمْ يُنَبِّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ ۖ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ۖ أَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۖ وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۖ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ۖ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءُ الْأَوْفَىٰ ۖ" "سورہ نجم: 36 - (41) ترجمہ: "کیا جو باتیں موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں اُن کی اس کو خبر نہیں پہنچی۔ اور ابراہیم علیہ السلام کی جنہوں نے (حق طاعت و رسالت) پورا کیا۔ یہ کہ کوئی شخص دوسرے (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائیگا۔ اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ اور یہ کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی۔ پھر اُس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔"

اور فرماتا ہے: "بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۖ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۖ إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۖ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ۖ" (سورہ اعلیٰ: 16-19)

یا فرماتا ہے: "كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حَلَالًا لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَءِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَةُ ۚ قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَةِ فَاتْلُوهَا ۖ إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۖ" (سورہ آل عمران: 93) ترجمہ: "بنی اسرائیل کے لیے (تورات کے نازل ہونے سے) پہلے کھانے کی سب چیزیں حلال تھیں بجز ان کے جو یعقوب نے خود اپنے اوپر حرام کر لی تھیں کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تورات لاؤ اور اُسے پڑھو (یعنی دلیل پیش کرو)"

تو مثال کے طور پر: ہم ایمان رکھتے ہیں کہ تمام انواع کے طعام اور کھانے توریت میں حلال تھے، اور جو کچھ بنی اسرائیل پر حرام ہوا وہ ان کے گناہوں کی وجہ سے تھا، اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ اللہ کا حکم توریت میں موجود تھا: "وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ" (سورہ مائدہ 43) ترجمہ: "اور یہ تم سے (اپنے مقدمات) کیونکر فیصلہ کرائیں گے۔ جب کہ خود ان کے پاس تورات (موجود) ہے جس میں خدا حکم لکھا ہوا ہے"

2- ہم جس چیز کو جان لیں کہ تحریف شدہ ہے اس سے انکار کرتے ہیں، وہ چیزیں جن کا قرآن و سنت نے انکار کیا ہو ہم بھی یقینی طور پر انہیں ناقابل قبول سمجھ کر تکذیب کریں گے۔

3- جن چیزوں کی قرآن و سنت نے تصدیق یا تکذیب نہیں کی ہو، ہم بھی خاموشی اختیار کریں گے، یعنی نہ تصدیق کریں گے نہ ہی تکذیب، کیونکہ اس میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال ہے، جب تک کہ حقیقی دلائل اس کی تصدیق یا تردید کی نشاندہی نہ کریں تو ہم بھی تصدیق یا تردید میں اُن دلائل کے تابع ہونگے، مثال کے طور پر قرآن کی آیات کے خلاف ہو، اگر احکام کی آیات ہو تو ہوسکتا ہے کہ اس کے نسخ کی دلیل قرآن کی آیات کے ذریعے سے ہو، یا شاید محرف ہو، اگر آیات احکام سے متعلق نہیں ہے تو یقینی طور پر اس کی تحریف ہونے پر دلیل ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں، اور ان کے درمیان کوئی تناقض اور تعارض نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں: "وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ" (سورہ مائدہ: 48) ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے۔ جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان (سب) پر مشتمل ہے۔"

انجیل کے متعلق فرماتے ہیں: "وَأَتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَتُورَةٌ ۝ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ" (سورہ مائدہ: 46) ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے: "كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَءُونَ التَّوْرَةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ، وَيَفْسِّرُونَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ، وَلَا تُكْذِبُوهُمْ وَقُولُوا: (آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا). (بخاری: 4485)"

ترجمہ: "اہل کتاب تورات عبرانی زبان میں پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے لیے اس کی تفسیر عربی میں کرتے تھے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو بلکہ یہ کہا کرو (آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا) یعنی ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس چیز پر جو ہماری طرف نازل کی گئی ہے۔"

ان وضاحتوں سے ہم پر یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ توریت اور انجیل کی توہین جائز نہیں ہے، اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ کے کلام پر مشتمل ہوں، جیسا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے بعض اسماء و صفات موجود ہے۔

ہیثمی اپنی کتاب "تحفة المحتاج" (178/1) میں کہتا ہے: یہ سچ ہے کہ: توریت اور انجیل ایسی چیزیں ہیں جن کی عدم تبدیلی کا گمان ہے، کیونکہ ہم نے جو کچھ اپنی شریعت سے سیکھا ہے وہ ان سے مطابقت رکھتا ہے۔

خطیب شربینی نے بھی کہا: ہر غیر محترم چیز کے ساتھ استنجا جائز ہے، قاضی عیاض نے توریت اور انجیل کے اوراق کے ساتھ استنجا کرنے کو جائز کھا ہے، لیکن ان کا یہ کلام ان اوراق پر محمول ہوتا ہے (یا وہ اوراق مراد ہیں) جن کی تبدیلی یا تحریف کی صراحت ہوتی ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ کے نام یا اس کے مشابہ کوئی چیز نہ ہو (مغنی المحتاج: 162/1-163)۔

خرشی مالکی نے کتاب "مختصر خلیل" (63/8) میں کھا ہے: اللہ تعالیٰ کے اسماء اور انبیاء کے نام ان کے نام کے حرمت کی وجہ سے مصحف کی طرح قابل احترام ہیں۔

حطاب مالکی نے کتاب "مواہب الجلیل" (287 / 1) میں کھا: اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی کا احترام واجب ہے، اگرچہ ایسی چیزوں پر لکھی گئی ہو جن کی اہانت واجب ہو، جیسے: تورات اور انجیل جو تحریف ہوئے ہوں، ان کو جلانا اور نابود کرنا جائز ہے، لیکن ان کی توہین ان اسماء مبارکہ کی موجودگی کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔

فقہی کتاب دائرة المعارف میں ہے کہ: جمہور فقہانے توریت اور انجیل کے چھونے یا ہاتھ لگانے کو بغیر طہارت کے جائز قرار دیا ہے، سوائے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے انہوں نے کہا: حائضہ عورت اور جنبی آدمی کو توریت اور انجیل کی تلاوت کرنا مکروہ ہے، کیونکہ وہ سارے کا سارا کلام اللہ ہے، سوائے ان چیزوں کے جو تحریف شدہ ہیں، اور جو چیزیں تحریف شدہ ہیں وہ غیر معین ہیں (الموسوعة الفقهية)، (رد المحتار علی الدر المختار: 190/1) اور (الفتاویٰ الہندیہ: 39/1)۔

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ : فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حروف کی حرمت کی وجہ سے قابل احترام اشیاء سے استنجا کرنا جائز نہیں ہے مثلاً جن کتابوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے ، جیسے: حدیث ، فقہ ۔

لیکن غیر محترم کتابوں کے بارے میں نقطہ نظر کا اختلاف رکھتے ہیں ، جیسے: سحر اور جادو کی کتابیں، فلسفہ اور تورات ، انجیل جن کا تحریف ہونا واضح ہو۔

مالکیہ کہتے ہیں: حروف کی حرمت کی وجہ سے ان کتب کے ساتھ استنجا جائز نہیں ہے ۔

ابراہیم اللقائی کہتے ہیں: اگر یہ حروف عربی میں لکھے گئے ہوں تو حرمت والے ہیں، نہیں تو ان کی کوئی حرمت نہیں ہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی میں سے کوئی اسم لکھا گیا ہو۔

ولی علی اجہوری کہتے ہیں: چاہے عربی میں لکھے گئے ہوں، یا غیر عربی میں دونوں صورتوں میں قابل احترام ہیں۔

شافعیہ کہتے ہیں: غیر محترم اشیاء جیسے: فلسفہ کی کتابیں، اور اسی طرح تورات اور وہ انجیل جس کی تحریف کا معلوم ہوا ہو، اور اللہ کے اسم سے خالی ہو تو اس سے استنجا جائز ہے ۔

ابن عابدین علماء حنفیہ سے نقل کرتے ہیں " ہمارے نزدیک اس طرح روایت ہوا ہے کہ حروف (قرآن) حرمت والے ہیں، یہاں تک کہ مقطعات کیوں نہ ہوں، اور بعض قراء نے نقل کیا ہے کہ قرآن کے حروف ہجا بود علیہ السلام پر نازل ہوئے تھے ۔

اس بات کا فائدہ یہ ہے کہ ان حروف کا کوئی حرف کسی بھی چیز پر لکھا ہوا ہو تو وہ حرمت والا ہے، (البوسوعة الفقهية : 181/34)۔

(اس موضوع کی تفصیل حاشیہ ابن عابدین (1/ 227) حاشیہ الدسوقی (1/ 113) مواہب الجلیل (1/ 287) نہایة المحتاج (1/ 132) کشاف القناع (1/ 69) اور المغنی (1/ 158) میں ملاحظہ کریں)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو یہود کو لعن کرتا ہے اور ان کے دین پر بھی لعنت بھیجتا ہے ، اور تورات کو گالیاں دیتا ہے کیا ایک مسلمان کے لیے جائز ہے کہ ان کی کتاب کو گالی دے؟

جواب دیا: "کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ تورات کو لعن کرے، بلکہ جس شخص نے تورات پر علی الاطلاق لعنت کی اس سے توبہ کا مطالبہ

کیا جائے گا، اگر اس نے توبہ نہیں کی تو قتل کیا جائے گا، اور اگر اس کتاب میں کسی ایسی چیز پر لعنت بھیجی جس کے بارے میں واضح ہو کہ وہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے تو اس حالت میں اسے قتل کیا جائے گا، حتیٰ کہ علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

اور اگر یہود کے اُس دین کو لعنت کرے جس پر وہ آج قائم ہیں، اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے، کیونکہ یہود اور ان کا دین ملعون ہے، اسی طرح اگر وہ تورات جو ان کے پاس ہے کو گالی دے، اور یہ واضح کر دے کہ اس کا مقصد اس کا تحریف شدہ حصہ ہے، مثلاً کہہ دے کہ: یہ تورات محرّف اور نسخ شدہ ہے اس کے مواد پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، اور جس نے بھی ان کی محرّف اور منسوخ شدہ شریعت پر عمل کیا وہ کافر ہے، یہ بات اور اس طرح کی بات کرنا حق ہے، اور اس کے کہنے والے پر کوئی مسئلہ نہیں ہے (مجموع الفتاویٰ: 200/35)

خلاصہ یہ ہے کہ:

انجیل کی توہین، اہانت اور بے حرمتی کرنا اور وہ توراۃ جو اہل کتاب کے پاس ہے جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ کتب حق اور باطل دونوں پر مشتمل ہیں، نیز اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات بھی ان میں شامل ہیں، لہذا ان چیزوں کی حرمت کے تحفظ کے لیے ان کی اہانت جائز نہیں ہے، مثال کی طور پر انجیل یا تورات کو زمین پر دے مارے، البتہ ایک مسلمان کے شایان شان نہیں ہے کہ ان تحریف کیے ہوئے کتب کا بند و بست کرے، اور ان کو پڑھے، مگر وہ حضرات جو اہل علم ہیں ان کی اکاذیب کے استخراج کا ارادہ رکھتے ہوں، تو اگر ان کتابوں میں سے کوئی بھی ہمارے ہاتھ لگے تو ان کی حفاظت اور نگرانی کرنا جائز نہیں ہے، جس طرح ان کی توہین کرنا مثلاً کچرے کی بالٹی میں ڈالنا جائز نہیں ہے، لیکن اس کو جلا کر اس سے خلاصی حاصل کی جاسکتی ہے، کیونکہ اسماء الہی پر مشتمل ہے، اور ممکن ہے ایسے مسائل و احکام بھی ہوں جو تحریف سے محفوظ رہے ہوں۔

اور یہ جو ہم کہتے ہیں کہ ان کو جلایا جائے اس کی بے حرمتی اور بے ادبی کے لیے نہیں، بلکہ اہانت سے بچانے کے لیے ہے، اس لیے کہ یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ صحابہ کرام نے مصحف کے اوراق کو اہانت سے بچانے کے لیے ان کو جلایا تا کہ ان کو بے حرمتی سے بچایا جائے۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ الکریم

Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library